دعوت و تبلیغ میں ذرائع ابلاغ کی تحدید

Demarcation of Using the Means of Communication in Preaching Islam

ڈاکٹر محمد ایاز[i] ڈاکٹر سہیل انور[ii]

Abstract

To act upon the teachings of the Holy Quran according to the ways of the Holy Prophet (SAW) is the basic requirement and condition for getting success and salvation, both here and hereafter. To convey and propagate this universal message to the whole mankind was the foremost duty of the last messenger, Muhammad (SAW), which has been shifted to his followers (Muslim Ummah) due to finality of his prophet hood. For this purpose the use of different means of communication is very useful and beneficial, but to set practical example of Islam is more effective. Practical presentation of Islam will remove much confusion, misunderstanding, misconception; and will attract the non Muslims and non-practicing muslims as well.

The given article discusses in the light of the Holy Quran, Hadith, Seerah and general example that all the possible means of communication may be definitely used in their limits but not at the cost of practical activities. They should be used just for information, while for practical training and education; people should be invited and encouraged for practical participation.

KeyWords*: preaching,practical,communication,*

[i] اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج پشاور

[ii] لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

دعوت و تبلیغ میں ذرائع ابلاغ کی تحدید

اللہ تعالیٰ نے جب سے انسان کو زمین پر بھیجا اس وقت ایک اعلان بھی پوری انسانیت کے نام کیا کہ یہاں تمہارے لئے کچھ مدت تک عارضی رہنا ہو گا اور ہم اپنی ہدایت بھیجیں گے لہٰذا جو ہماری بھیجی ہوئی ہدایت کے مطابق چلا اس پر نہ دنیا میں کوئی خوف ہو گا اور نہ آخرت میں وہ غمگین ہوں گے [1]۔ اسی ہدایت اور سیدھے راستے کو بتانے اور انسان کو اس پر چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کا انتخاب کیا اور کوئی امت، کوئی علاقہ اور کسی ملک کے باشندوں کو انبیاء علیہم السلام کی دی ہوئی تعلیمات کے بغیر نہیں چھوڑا۔ قرآن گواہ ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولا[2] "اور بے شک ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے۔"

اسی طرح فرمایا:

وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَاد [3] "اور ہر قوم کے لئے ھادی اور رہبر بھیجا گیا۔"

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خلَا فِیْھَا نَذِیْر[4] "کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں ڈرانے والے نہ گزرے ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے اسی ہدایت کو اکمل واتم شکل میں خاتم الانبیاء ﷺ پر قرآن کی صورت میں نازل فرمایا اور ساتھ اعلان بھی کیا کہ ہماری نازل کردہ ہدایت کو محض اپنے پاس رکھنا نہیں بلکہ اقوام عالم کو اس کی دعوت دے کر انسانیت کو اس قرآنی زندگی پر لایا جائے، ارشاد ہے:

یَا أَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِن رَّبِّکَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس[5]

"اے رسول ﷺ! پہنچا دیجئے جو کچھ آپ ﷺ کے رب کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے اگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا تو آپ ﷺ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں (دشمنوں) سے بچائے گا۔"

اب ظاہر ہے کہ ۲۳ سالہ نبوت والی مختصر زندگی میں قرآن عظیم الشان کی دعوت کو چہار دانگ عالم کے کونے کونے تک پہنچانا اکیلے فرد کے لئے ممکن نہیں تھا۔ اور اس بات کے امکان کو بھی بالکل ختم کر دیا گیا کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو رسالت یا نبوت سے سرفراز کر کے آپ ﷺ کے مشن کو

تکمیلی جامہ پہنائے۔ لہٰذا طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ جو بھی اللہ تعالی کا بندہ پیغام حق کو قبول کرے، اسے دین حق کا داعی بھی بنایا جائے۔ لہٰذا کشاں کشاں پوری امتِ مسلمہ اور ملت اسلامیہ دین حق کی داعی بن جائیگی۔ اور جس امت کا ہر فرد متحرک، داعی و کوشاں رہے گا تو وہی تمام دنیا میں غالب اور بالا تر رہیں گے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے پیروکاروں کو بھی اس عظیم ذمہ داری سے آگاہ کیا گیا۔ ارشاد ہے:

> قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي[6]
>
> "اے نبی ﷺ! فرمادیجئے، یہ ہے میرا راستہ، بلاتا ہوں اللہ کی طرف دانائی اور سمجھ بوجھ کے ساتھ، میرا بھی یہ راستہ ہے اور جو میری اتباع کرنے والے ہیں ان کا بھی یہ راستہ ہے۔"

تفسیر جلالین میں ہے کہ وَمَنِ اتَّبَعَنِي سے مراد ہے "من اٰمن بی[7] "یعنی جو مجھ پر ایمان لایا(ان کا بھی یہ راستہ ہے)۔

لہٰذا اب نبی کریم ﷺ کی یہ امت تمام بنی نوع انسان کو اللہ تعالی کے دین حق کی طرف بلائے گی۔ اور دعوت کے اس عمل میں زمانے کے مطابق وہ تمام تر ذرائع اور وسائل استعمال کرے گی جو اسلامی شریعت کی روح سے متصادم اور اس کے منافی نہ ہو۔ اپنا فعل، قول، تقریر و تحریر، رسائل واخبارات، ویڈیو، ٹی وی، کیسٹ انٹرنیٹ اور دیگر تمام موجودہ ذرائع کا استعمال کرے گی۔ ان تمام ذرائع ابلاغ کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے کوئی بھی ذی عقل انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا مثلاً فرداً فرداً لوگوں کو پیغام دینے میں کافی عرصہ، توانائی، پیسے خرچ ہوں گے جبکہ اخبار اور ٹی وی وغیرہ میں ایک بیان دے کر لاکھوں افراد کو اپنے مشن اور نکتہ نظر سے آگاہ کر سکتے ہیں اور ایک ہی مضمون سے لاکھوں افراد کو دین کی دعوت دی جاسکتی ہے۔ اس میں افراد کی بھی بچت ہوتی ہے یعنی چند ایک افراد جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال کر کے پوری دنیا کو دین اسلام کی دعوت دے سکتے ہیں۔ ریڈیو پر ایک تقریر، ٹی وی کا ایک پروگرام، اخبار اور رسالے کا ایک مضمون دور دور کے ممالک میں بسنے والے انسانوں کو نفع دے سکتی ہے۔

لیکن ان تمام تر جدید ذرائع ابلاغ کی اہمیت کو اپنی جگہ تسلیم کرتے ہوئے بھی اس مسلم حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تمام ذرائع ابلاغ ایک زندہ چلنے پھرنے والے انسان کا نعم البدل نہیں بن

سکتے۔ یہ اس کے معاون تو بن سکتے ہیں لیکن اس کا مقام نہیں لے سکتے۔ ظاہر ہے کہ ان تمام تقریر و تحریر کے پیچھے انسانی دماغ اور انسانی قوت کارفرما ہوتی ہے لہٰذا براہ راست انسان کی دعوت جس طرح اپنے مخاطب کو متاثر کر سکتی ہے ایک غیر انسان ایسا نہیں کر سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی علیم و حکیم ذات نے انسانیت کی رہبری اور ہدایت کے لئے محض تحریر یعنی کتابوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ ساتھ انبیاء علیہم السلام کو بھی بھیجا۔ تاکہ ان کے عمل (پریکٹیکل) سے آسمانی کتاب کی تحریر (تھیوری) سمجھ میں آسکے۔ بلکہ انسانی کتب و صحائف کم بھیجے اور ان پر عمل پیرا انسانوں (عملی نمونوں) کو زیادہ تعداد میں بھیجا۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کل چار کتابیں اور سو صحیفے نازل فرمائے[8]۔

ایک روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام بھیجے جن میں تین سو پندرہ صاحبِ کتاب تھے[9]۔ اور ان میں بھی انبیاء کو پہلے بھیجا اور کتابوں کو ان کے بعد انہی پر بھیجا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسانیت کی رہبری اور راہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے محض تحریر و کتاب پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر زمانے میں اپنی متعلقہ کتاب پر عمل پیرا انسان کو بھی بھیجا، تاکہ وہ احکامات خداوندی پر چلنے کا عملی مظاہرہ کر سکے اور لوگوں کو احکام خداوندی کے سمجھنے اور ان کو قابل عمل تسلیم کرنے میں کوئی دقت اور شک واشکال باقی نہ رہے۔ پھر رسول کی زندگی اپنی متعلقہ آسمانی کتاب کا عملی نمونہ ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ یعنی جو کچھ قرآن میں ہے وہی آپ ﷺ کے اخلاق تھے[10]۔ اور وہی آپ ﷺ کا کردار تھا۔ گویا نبی کریم ﷺ قرآن کریم کے عملی تفسیر تھے جو زندگی رب العالمین کو انسانیت سے مطلوب ہے وہی زندگی رحمۃ للعالمین اور انسان اعظم کی سیرت میں جلوہ گر ہے لہٰذا آپ ﷺ کی سیرت اور عملی زندگی کو دیکھے اور سمجھے بغیر قرآن کو سمجھنا بھی ناممکن ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں بہت سارے مقامات پر نماز قائم کرنے کا اور پڑھنے کا حکم آیا ہے لیکن اس تکرار کے باوجود آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صلوا کما رأیتمونی اصلی[11] "نماز ایسی پڑھو جیسا کہ تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔"

یعنی عملی نمونہ دیکھے بغیر صلوۃ والی تھیوری سمجھ میں نہیں آئی گی۔ یوں نہیں فرمایا کہ:
صلوا کما قال اللہ فی القرآن اس لئے کہ اس کے کہنے کی ضرورت باقی نہیں تھی۔ ایک اور واقعے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ روزے سے متعلق جب یہ آیت اتری:

وَكُلُواْ وَاشْرَبُواْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ [12]

"کھاؤ، پیو یہاں تک کہ سفید دھاگے تمھیں کالے دھاگے سے واضح طور پر نمودار ہو جائے۔"

اسی آیت کو پڑھ کر ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو دھاگے (کالا اور سفید) لیے اور سرھانے کے نیچے رکھے سحری کی وقت کھانا پینا شروع کیا اور وقتاً فوقتاً دونوں دھاگوں کو بھی دیکھتا رہا۔ جب تک دونوں دھاگوں کا فرق واضح نہ ہو سکا اس وقت تک کھاتا پیتا رہا۔ جب اسی عمل کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو دی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں جو کہ وہ صحابی سمجھ رہے تھے بلکہ اس سے مراد دن کی روشنی اور رات کی تاریکی ہے[13]۔

اب دیکھئے وہ صحابی عرب تھے، اہل زبان بھی تھے اور قرآن کے اولین مخاطبین میں سے تھے لیکن جب تک عملی تفسیر کی رہبری وراہنمائی نہیں تھی تو محض تحریر سے وہ قرآن کے منشاء کو سمجھنے سے قاصر رہا اور کچھ اور طرح سے عمل کیا۔

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ مشہور ہے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ وہ مکہ گئے (اور نبی کریم ﷺ وہاں ہی تھے) قریش کے چند آدمی اس کے پاس آئے اور ان سے کہا، اے طفیل ! آپ ہمارے شہر میں آئے ہیں۔ یہ آدمی جو ہمارے درمیان رہتا ہے اس نے بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دی ہے اس کی بات تو جادو کی طرح اثر کرتی ہے۔ یہ باپ بیٹے میں، بھائی بھائی میں اور میاں بیوی میں جدائی پیدا کرتا ہے۔ ہمیں خطرہ ہے کہ جو پریشانیاں ہم پر آگئی ہیں کہیں وہ آپ پر اور آپ کی قوم پر نہ آجائیں لہذا آپ نہ تو اس سے بات کریں اور نہ اس کی کوئی بات سنیں۔ چنانچہ حضرت طفیل نے کانوں میں روئی بھر لی تاکہ آپ ﷺ کی بات کان میں نہ پڑے اور مسجد حرام چلے گئے۔ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، میں آپ ﷺ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ ساری احتیاط کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مجھے حضور ﷺ کی بعض باتیں سنا ہی دیئے۔ مجھے بہت اچھا کلام محسوس ہوا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میری ماں مجھ کو روئے، میں ایک سمجھدار اور شاعر آدمی

ہوں، اچھے اور برے کلام میں تمیز کر لیتا ہوں، اس میں کیا حرج ہے کہ میں ان کی بات سنوں، اگر اچھی ہوئی تو قبول کر لوں گا اور اگر بری ہوئی تو چھوڑ دوں گا۔ مختصر یہ کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت طفیل کے سامنے اسلام کو پیش کیا اور قرآن پڑھ کر سنایا تو انہوں نے خود اقرار کر کے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اس سے پہلے اس سے زیادہ عمدہ اور اس سے زیادہ انصاف والی بات نہیں سنی تھی، چنانچہ میں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا[14]۔

ظاہر ہے کہ اگر وہ محض لوگوں کی زبانی پیغام و پراپیگنڈہ پر اکتفا کر لیتے یا صرف تحریری دعوت نامہ اس کو ملتا تو اس کی یہ کیفیت نہ بنتی۔ یا تو یہ حالت تھی کہ کانوں میں روئی ڈال کر آئے اور یا آپ ﷺ کی وجاہت کو دیکھ کر فوراً سارے شکوک و شبہات ختم ہو گئے اور اپنا عقیدہ، فکر اور نقطہ نظر ہی تبدیل کیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زید بن سعنہ کو ہدایت سے نوازنے کا ارادہ فرمایا۔ تو حضرت زید بن سعنہ نے اپنے دل میں کہا کہ حضور ﷺ کے چہرہ پر نگاہ پڑتے ہی میں نے نبوت کی تمام نشانیوں کو حضور ﷺ کے چہرہ میں پالیا تھا لیکن دو نشانیاں ایسی ہیں جن کو میں نے ابھی تک آزمایا نہیں۔ ایک تو یہ کہ نبی کی بردباری اس کے جلد غصہ میں آجانے پر غالب ہوتی ہے، دوسرے یہ کہ نبی کے ساتھ جتنا زیادہ نادانی کا معاملہ کیا جائے گا اس کی بردباری اتنی بڑھتی جائے گی۔ لہذا آزمانے کے بعد یہ دونوں نشانیاں بھی دیکھ لیں اور مشرف بہ اسلام ہوئے[15]۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود نے جب صحابہ کرامؓ کا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محبت وعقیدت اور اطاعت و فرمانبرداری کا عملی مظاہرہ دیکھا تو اپنی قوم میں واپس جا کر کہا:

> "میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں۔ قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کی تعظیم اس کے درباری اتنی کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے صحابہؓ محمد ﷺ کی کرتے ہیں[16]۔"

ظاہر ہے کہ انسان کی وجاہت و شخصیت کا نعم البدل اور کوئی چیز ہو نہیں سکتی۔ اور جو سوالات واشکالات انسان کو بنفس نفیس اور براہ راست دیکھنے سے حل ہو سکتے ہیں وہ محض تحریر اور بن دیکھے خبروں سے حل نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ[17]

"اور اس سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو لوگوں کو بلائے اللہ کیطرف اور خود بھی نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔"

قولا ممن دعا الی اللہ "میں قولی اور زبانی دعوت ہے اور "وعملا صالحاً "میں فعلی اور عملی دعوت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ فعلی و عملی دعوت زبانی و قولی دعوت کی نسبت زیادہ موثر ہوتی ہے۔ سورہ یٰسین میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے:

"صاحب یٰسین تین رسولوں کی تائید میں اپنی قوم سے کہتا ہے کہ اے میری قوم ان بھیجے ہوؤں کی راہ پر چل جو تم لوگوں سے (اپنی دعوت کا) معاوضہ بھی نہیں مانگتے اور خود بھی ہدایت یافتہ (صحیح راستے پر) ہیں[18]۔

یعنی جس دین حق کی طرف تم کو دعوت دے رہے ہیں۔ وہ خود بھی اس کا عملی نمونہ ہیں انگریزی کا ایک مقولہ بھی یہاں پر نقل کرنا موزوں معلوم ہوتا ہے "Actions Speak Louder than Voices" ماہرین تعلیم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دوران تدریس اگر سمعی وبصری معاونات (Audio Visual Aids) کا بھی استعمال کیا جائے تو یہ زیادہ مفید اور کار آمد ہو گا۔ اس لئے ہر تعلیمی ادارے میں لیکچر روم کے ساتھ ساتھ عملی تجربہ گاہ (Laboratory) بھی ہوتی ہے۔ غیر سائنسی مضامین پڑھانے میں بھی ان معاونات کا استعمال بہت مفید ہوتا ہے۔ کلاس میں بچوں کو کوّے کے بارے میں سمجھانا ہو کہ اس طرح ایک پرندہ ہوتا ہے جس کے دو پر، دو پیر ہوتے ہیں، بڑی چونچ اور کالا رنگ ہوتا ہے، ہوا میں اڑتا ہے وغیرہ۔ تو عین ممکن ہے کہ بچوں کے ذہن میں کبھی کوا آئے گا، کبھی فاختہ و کبوتر آئیگا اور ہو سکتا ہے کہ کبھی ذہن میں مینا یا کوئی اور پرندہ آ جائے۔ الغرض بچوں کے ذہن میں کوا خلط ملط ہو جائیگا۔ لیکن زبانی طور پر سمجھانے کے ساتھ ساتھ اگر محترم استاد کوے کی ایک تصویر بھی ان کو دکھائے تو فوراً سب بچوں کے دماغ میں کوے کی صحیح تصویر بیٹھ جائے گی۔ اور اب وہ کوے کو سمجھنے میں غلطی نہیں کریں گے۔ انگریزی میں مشہور ہے کہ "A Picture is worth than a Hundred words" یعنی جو بات ایک تصویر (عملی مظاہرہ) کے ذریعے سمجھائی جا سکتی ہے وہ سینکڑوں الفاظ میں نہیں سمجھائی جا سکتی۔ ان تمام دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ دین حق کی دعوت دیتے ہوئے اگر داعیانِ حق بذات خود اور بنفس

نفیس موجود ہوں اور وہ اسی دین کا عملی مظاہرہ بھی کر رہے ہوں تو پھر ان کی دعوت کا سمجھ میں آنا، اس کا قابل عمل ہونا اور لوگوں کا ان کی دعوت قبول کرنے کا امکان بہت بڑھ جاتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ مشہور ہے جب نبی کریم ﷺ کی خبر آپؓ تک پہنچی تو اپنے بھائی کو حالات کی تحقیق کے لئے مکہ مکرمہ بھیجا۔ اس نے واپس جا کر خبر دی کہ اس کو میں نے اچھی باتوں کا حکم کرتے ہوئے دیکھا اور ایک اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں لیکن اس مجمل بات سے آپؓ کو پوری تسلی نہ ہوئی اور خود تیاری کر کے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی اور وہ بھی مکہ پہنچنے کے تین دن بعد، اس لئے کہ خود نبی کریم ﷺ کو پہنچانتے نہیں تھے اور کسی سے پوچھنے کی ہمت نہیں کی کہ اس کو خلاف مصلحت سمجھ رہے تھے۔ آپ ﷺ کی دعوت سنتے ہی کلمہ شہادت پڑھا اور آپ ﷺ کی صحبت اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد حالت ایسی ہو گئی کہ حرم شریف کے اندر باآواز بلند کفار و مشرکین کے مجمع میں کلمہ توحید کی صدا بلند کی[19]۔ ظاہر ہے کہ یہ بات محض اپنے بھائی کی خبر لانے سے پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ حدیث میں آتا ہے:

لیس الخبر کالمعائنہ[20] "خبر خود دیکھنے کے برابر نہیں ہوتی۔"

تمام انبیاء علیہم السلام کی تمام امتوں میں سب سے بڑا اور بلند درجہ آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے معیار حق قرار دیا۔ کوئی تابعی، تبع تابعی کوئی بھی فقیہ و عالم، ولی اور شیخ، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ اس نیک بندے کی ریاضت، عبادت اور دیگر دینی امور مقدار کے اعتبار سے کسی صحابی سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ ﷺ کی صحبت بابرکت نصیب ہوئی اور نبی کریم ﷺ سے براہ راست فیض یاب ہوئے۔ بعد میں آنے والے اگر چہ صحابہ سے زیادہ اعمال کرنے والے ہوں لیکن ان کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے اور یہ فرق صرف اس لئے پیدا ہوا کہ کسی غیر صحابی جلیل القدر مسلمان کو آپ ﷺ کی زیارت اور آپ ﷺ کی صحبت سے براہ راست نفع اٹھانا نصیب نہیں ہوا، اگرچہ آپ ﷺ کے ارشادات گرامی اور قرآن کریم ان تک پورا کے پورا پہنچا اور انہوں نے عمل بھی کیا۔ آپ ﷺ کی ارشادات کو تحریر بھی کیا

اور آگے سکھایا اور پڑھایا بھی۔ پس واضح ہو گیا کہ انسان کی اپنی ذاتی وجود کا نعم البدل کوئی اور شے نہیں ہو سکتی۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دین حق کی دعوت کا یہ راستہ قربانی، مجاہدے اخلاقِ حسنہ اور دوسروں کی خیر خواہی کا ہے۔ جس میں دعوت کے بول تو مدعوئین کی طرف جاتے ہیں لیکن اندر کا اخلاص و قربانی اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتی ہے۔ اس میں سحر گاہی، رونا دھونا، جان و مال کی قربانی، تلملانا اور بلبلانا، لوگوں کی ہدایت کے لئے بے چین ہونا اور اپنے جذبات کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ اہل و عیال کی جدائی، وطن سے دوری، خویش و اقارب سے علیحدگی، کاروبار زندگی میں خلل آنے کا امکان، معاشی نقصان کو برداشت کرنے تک بات پہنچتی ہے۔ بھوک و پیاس پر صبر کرنا، مخاطب کی کڑوی کسیلی سننا اور سہنا، بعض دفعہ مختلف سوالات کے جوابات دینا، حکیمانہ طرز دعوت کو اختیار کرنا اور موقع شناسی اور مردم شناسی سے کام لینا پڑتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

ادْعُ إِلِى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَن[21]

"بلاؤ اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی و سمجھ سے، نیک نصیحت سے اور ان سے بحث کرو بہترین انداز سے۔"

ایک ہی دعوت کو مختلف اذہان اور مختلف طبیعت رکھنے والوں کو ان کا لحاظ رکھ کر سمجھانا دعوت و تبلیغ کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کتاب اور اخباری بیان وغیرہ بھی انسان ہی لکھتا ہے اور اس کے درد کی آواز ہوتی ہے اور جتنے اخلاص و قربانی اور اچھے انداز سے اس کو لکھا گیا ہے اس کا اثر بھی قاری پر پڑتا ہے۔ لیکن یہ اثر اس اثر کی نسبت بہت کم ہوتا ہے، جو اثر براہ راست صاحب کتاب ڈالتا ہے۔ مزید یہ کہ کتاب یا کوئی بھی تحریر ایک بے جان چیز (مواد) ہے یہ ایک سے دوسرے اور اسی طرح تیسرے چوتھے ہاتھ میں بھی منتقل ہو جاتا ہے۔ اب لوگوں کی طبعیت، میلان، مزاج اور ذہنی سطح مختلف ہونے کیوجہ سے یہ تحریر ان سب کے لئے یکساں مفید نہیں ہو سکتی۔ قاری کی طبعیت کی مطابق کتاب اپنی وضاحت شاید نہ کر سکے۔ یہ خاصیت انسان ہی کو ہے کہ اپنے مخاطب کے چہرے کے خدوخال (Face Reading) سے اور اس کی ذہنی سطح سے واقف ہو کر اس کے مطابق اپنی بات سمجھا سکتا ہے۔ پھر راتوں کو اٹھ کر ہادی مطلق اللہ تعالیٰ سے

مدعوئین کی ہدایت کے لئے دعائیں مانگنا۔ جس طرح نبی کریم ﷺ کے دن کے معمولات سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا تھا۔ قرآن میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ - قُمْ فَأَنذِرْ - وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ[22]

"اے کمبل اوڑھنے والے اٹھیے اور لوگوں کو ڈرایئے اور اپنے پروردگار کی بڑھائی بیان کیجئے۔"

اسی طرح ارشاد ہے:

إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحاً طَوِيْلا[23]

"دن کے وقت آپ ﷺ کو لوگوں کے سمندر میں غوطہ لگانا(تیرنا) ہے۔"

اس کے ساتھ ساتھ راتوں کو اٹھ کر انہی لوگوں کی ہدایت کے لئے دعائیں مانگنا آپ کی رات کے معمولات میں تھا جس کو سورۃ المزمل میں ذکر فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيْلاً نِصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيْلاً أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلاً[24]

ظاہر ہے یہ ساری باتیں براہ راست انسان ہی سے متعلق ہیں۔ یہ کسی مشین، کاغذ کے اوراق یا غیر انسان کے بس کی باتیں نہیں ہیں۔ پوسٹر، بینرز، اخباری خبر، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ اس کا تحمل نہیں کر سکتے۔ جذبات رکھنے والا دل ہی انسان کی خیر خواہی کے لئے بے قرار و بے چین ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی حالت تھی بلکہ آپ ﷺ تو انسانیت کی ہدایت کے لئے حریص تھے۔ جس کو قرآن نے حَرِيْصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوفٌ رَّحِيْم[25] "تمہاری ہدایت کے لئے حریص اور مومنین پر بہت ہی مہربان۔" کے الفاظ سے بیان کیا۔ بلکہ آپ ﷺ کا درد توامت کے لئے اتنا زیادہ تھا کہ یہ آیت بھی اتاری گئی:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِيْنَ[26]

"اے نبی ﷺ ! کیا آپ ﷺ اپنا گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیں گے اگر یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔"

فتح مکہ ہی کا واقعہ لیجئے عام تاثر یہ تھا کہ مکہ فتح ہو جانے کے بعد مسلمان اکیس سالہ بڑاس نکالیں گے۔ اس لئے کہ وہ ان مکہ والوں پر غالب آگئے ہیں جو ان کے جانی دشمن، باپ، چچا اور ان کے رشتہ

داروں کے قاتل، ان کو حبشہ اور پھر مدینہ منورہ ہجرت پر مجبور کرنے والے اور ساری زندگی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والے ہیں۔ حتی کہ خود نبی کریم ﷺ کے اپنے چچا کے قاتل بھی ان میں سے ہیں۔ بڑے بڑے کفار مکہ کے سرداروں کی اولاد بھی ان مکہ والوں میں شامل تھے۔ لیکن مسلمانوں نے یکسر اس کے خلاف عمل کیا۔ امن عام کا اعلان کیا۔ اور اس رات مکہ معظمہ میں اتنی عبادت ہوئی جتنی عبادت اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ فتح منانے کا غلط رسم ہی ختم کیا۔ عام لوگوں کا خیال تھا کہ مکہ کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہتی ہوں گی لیکن رات کو ہر طرف سناٹا تھا۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ خون کی ندیوں کے بجائے مسلمانوں کے آنسو بہہ رہے ہیں اور انہی لوگوں کے لئے ہدایت کی دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اسی نے مکہ والوں اور دیگر قبائل کو جوق در جوق اسلام کی طرف کھینچا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ بدر اور احد میں مسلمانوں کے خلاف عملاً بر سر پیکار سردار ابو سفیان بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنے۔ ابو جہل جیسے سخت دشمن اسلام کے لخت جگر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایمان لا رہے ہیں۔ وحشی اور یہاں تک کہ ابوسفیان کی بیوی ہند جیسی سخت دل عورت کا دل بھی نرم پڑ جاتا ہے۔ اور وہ بھی بھاگتی ہوئی آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کر لیتی ہیں۔ مکہ کا سارا پرانا نقشہ ہی یکسر تبدیل ہو گیا اور اسی کو دیکھ کر قبائل کے قبائل حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں اس لئے کہ انہوں نے فاتح مسلمان قوم کا اعلیٰ اخلاقی معیار اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہی واقعات محض زبانی بیان کرنے یا کاغذ پر تحریر کرنے سے شاید کوئی بھی مسلمان نہ ہو جائے لیکن ان کا عملی نقشہ اگر پیش کیا جائے تو جوق در جوق لوگوں کا اسلام میں داخل ہونے کا قوی امکان ہے۔ اس لئے کہ لوگ مشاہدہ کے اسلام پر آئیں گے، مطالعے کے اسلام پر آنے کا امکان بہت ہی کم ہے۔ ورنہ تو آج کل قرآن کے کروڑوں نسخے اور حدیث کے بے شمار مجموعے دنیا میں موجود ہیں حالانکہ آپ ﷺ کے دور میں قرآن کریم کا ایک نسخہ بھی تحریری طور پر یکجا موجود نہیں تھا لیکن عملاً سارے مسلمانوں کی زندگیوں میں پورا قرآن جلوہ گر تھا۔ دور صدیقی اور دور فاروقی میں محض ایک قرآنی نسخہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں رکھا گیا تھا لیکن عملاً اسلام تمام معلوم دنیا تک پھیل چکا تھا اور چھایا ہوا تھا۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ گویا چلتے پھرتے حاملینِ قرآن تھے۔ متکلم کی نظر، حرکات، اشارہ اور لہجہ مرادِ کلام کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں اور سامع کو سوال کرنے کا موقع بھی میسر

ہوتا ہے۔ سننے والا اسی فیصدی متکلم کے مراد کو سمجھ لیتا ہے لیکن پڑھنے والا عموماً بیس فیصدی سے زیادہ مصنف کے مقصود کو نہیں سمجھتا[27]۔

بے شک نبی اکرم ﷺ نے مختلف بادشاہوں اور دیگر افراد کو خطوط کے ذریعے دعوت دی اور صحابہ کرامؓ نے بھی آپ ﷺ کی اتباع میں ایسا ہی کیا، لیکن حقیقت میں مخاطبین کے پاس صرف خطوط نہیں گئے بلکہ صحابہ کرامؓ ہی ان کو لے کر گئے، جو دین کو جانتے بھی تھے، اس پر عمل پیرا بھی تھے اور مخاطبین کی طرف سے کسی ممکنہ سوال و اشکال کا جواب بھی دے سکتے تھے۔ نیز خطوط ارسال کرنے کا سلسلہ صلح حدیبیہ کے بعد شروع ہوا جب کفار مکہ سے دس سال تک جنگ بندی کا معاہدہ ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کو ان کی طرف سے قدرے اطمینان حاصل ہو چکا تھا اور مدینہ طیبہ میں مسلمانوں نے مل کر اجتماعی طور پر اسلام کا ایک عملی نمونہ قائم کیا تھا۔ اب ذرائع ابلاغ کے ذریعے ان کو دینی ماحول میں جوڑا جا سکتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذرائع ابلاغ پیغام رسانی کے لئے ضرور استعمال کئے جائیں لیکن عملی تربیت کے لئے دین کے عملی ماحول میں لایا جائے، اس لیے کہ تاثیر صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مشک والے کے پاس بیٹھا ہے کہ اگر مشک نہ بھی ملے تب بھی اس کی خوشبو سے دماغ کو فرحت ہو گی اور بُرے ساتھی کی مثال آگ کی بھٹی والے کی سی ہے کہ اگر چنگاری نہ بھی پڑے تو دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں[28]۔

نتائج بحث

تفصیل بالا کی روشنی میں یہ حقیقت واشگاف ہوتی ہے کہ تقویٰ کی آڑ میں ان تمام ذرائع ابلاغ سے انکار بھی نہ کیا جائے اور نہ ہی ان کو بے کار وفضول سمجھا جائے بلکہ شرعی حدود کے اندر حسب ضرورت ان سے استفادہ کیا جائے لیکن انہی آلات و مشینری اور دیگر ذرائع ابلاغ کو اصل سمجھ کر اپنی زندگی کو بطور نمونہ پیش کرنے سے گریز کرنا بھی کسی طور سے ٹھیک نہیں ہے۔ یہ ذرائع معاون تو بن سکتے ہیں لیکن اصل یعنی انسان کا قائم مقام ہر گز نہیں بن سکتے۔

حواشی وحوالہ جات

1 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۸

2 سورۃ النحل ۱۶: ۶۳

3 سورۃ الرعد ۱۳: ۷

4 سورۃ فاطر ۳۵: ۲۴

5 سورۃ المائدہ ۵: ۲۷

6 سورۃ یوسف ۱۲: ۱۰۸

7 السیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، تفسیر جلالین ۱: ۳۱۹، دارالحدیث قاہرہ، طبع اولی، (س۔ن)

8 امام قرطبیؒ، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابو بکر، تفسیر قرطبیؒ ۱: ۱۸۰، دارالکتب المصریہ القاہرہ، طبع ثانیہ، ۱۹۲۴ء

9 امام احمد، احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، ۳۶: ۶۱۸، حدیث(۲۲۲۸۸)مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء۔۔۔الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، معجم الکبیر ۸: ۶۱۷، حدیث(۷۸۷۱)، مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ، طبع ثانی، (س۔ن)

10 امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب المسافرین، ۲: ۲۴۶، خالد احسان پبلشرز لاہور، ۱۹۸۱ء

11 البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ۱: ۲۲۶، حدیث(۶۰۵)، دار ابن کثیر بیروت، طبع ثالثۃ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

12 سورۃ البقرہ ۲: ۱۸۷

13 صحیح البخاری ۶: ۲۶، حدیث(۴۵۰۹)، دار طوق النجاہ، طبع اولی، ۱۴۲۲ھ

14 الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۳: ۷۹-۸۰، ترجمہ(۴۲۵۳)۔۔۔ کاندھلوی، مولانا محمد یوسف، حیات الصحابہ، ۱: ۲۶۴ کتب خانہ فیضی لاہور، (س۔ن)

15 تفصیل کے لئے دیکھئے، الطبرانی ۸: ۲۴۰۔۔۔ حیاۃ الصحابہ (اردو) ۱: ۱۸۹- ۱۹۱، کتب خانہ فیضی لاہور، (س۔ن)

16 الاصابہ فی تمیز الصحابۃ ۳: ۴۴۷-۴۴۸، ترجمہ(۵۵۲۷)

17 سورۃ حم السجدہ ۴۱: ۳۳

18 سورۃ یٰسین ۳۶: ۲۰-۲۱

19 صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، اسلام ابی ذر غفاری ۱: ۵۴۴، حدیث(۳۸۶۱)۔۔۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل ابی ذر الغفاری، حدیث(۲۴۷۴)

20 امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد ۲: ۳۴۱، حدیث(۱۸۴۲)مؤسسۃ الرسالۃ، طبع اولی، ۲۰۰۱ء

21 سورۃالنحل۱۶:۱۲۵

22 سورۃالمدثر۷۴ :۱-۳

23 سورۃالمزمل۷۳:۷

24 سورۃالمزمل۷۳: ۱-۴

25 سورۃالتوبہ۹:۱۲۷

26 سورۃالشعراء۲۶: ۳

27 سید محمد رشید رضا مصری، تمہید تفسیر القرآن الحکیم ۲: ۱۳(شیخ محمد عبدہ مصری)مطبوعہ مصر(س۔ن)

28 امام ابوداؤد ، سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابوداؤد،(مترجم اردو) کتاب الادب ،حدیث(۱۴۰۲)اسلامی اکادمی لاہور،۱۹۸۳ء